بحث ونظر

صفاتِ الٰہی کے بیان کا قرآنی اسلوب
اور انسانی زندگی پر ان کے اثرات

——— ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

وجودِ باری تعالیٰ کے بارے میں انسانوں میں غلط فہمیاں بہت کم پیدا ہوئیں، البتہ صفاتِ الٰہیہ کا صحیح عرفان اور شعور نہ ہونے کی بنا پر لوگ زیادہ کج روی کا شکار ہوئے۔ اس لیے قرآن کریم نے متعدد مقامات پر صفات الٰہی کو بار بار مختلف اسلوب و پیرائے میں بیان کر کے ان کے سلسلہ میں انسانی ذہنوں میں پائی جانے والی کج فہمیوں کا ازالہ کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خالق کائنات اور مخلوق کے مابین رشتہ وتعلق کی نوعیت صفات الٰہی ہی سے واضح ہوتی ہے اور ذات باری تعالیٰ کا عرفان بھی ان ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ صفات عظمت الٰہی کی اس بلند ترین حقیقت کو آشکارا کرتی ہیں کہ انسان ذات الٰہی کی حقیقت تک پہنچنے میں کتنا عاجز و بےبس ہے۔ اسی وجہ سے قرآن نے اللہ تعالیٰ کو 'الاسمآء الحسنٰی' سے پکارنے کا حکم دیا (الاسراء: ۱۱۰) اور ''الحاد فی الاسماء'' سے منع فرمایا (الاعراف: ۱۸۰) کیونکہ یہ الحاد شرک یا کفر کی طرف لے جاتا ہے۔

''قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے صفات و افعال اور اس کے انعامات کا اتنی کثرت سے ذکر اور اس کا اعادہ وتکرار اس قدر شرح وبسط کے ساتھ بیان کا اصل راز یہی ہے اس لیے کہ صفات ہی محبت وشوق کا سرچشمہ ہیں، اسی بات کو بعض ائمہ اسلام نے ''نفی مجمل اور اثبات مفصل'' سے تعبیر کیا ہے، یہی اثبات ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کریمہ کا بیان اور اس کے دلائل وشواہد کا ذکر) جس سے انسان کے ذوق وشوق کو غذا ملتی ہے اور محبت جوش مارنے لگتی ہے اگر نفی رہبر عقل ہے تو اثبات رہبرِ دل، اگر اللہ تعالیٰ کی یہ صفات عالیہ

اور اسماء حسنیٰ ہمارے سامنے نہ ہوتے، جن سے قرآن وحدیث بھرا ہوا ہے... تو یہ دین ایک چوبی یا آہنی نظام اور قانون کی طرح ہو جاتا جس کی دلوں میں کوئی جگہ نہ ہوتی، یہ نہ ان میں کوئی جذبہ اور گرم جوشی پیدا کر سکتا، نہ ان کے دلوں کو گرم اور آنکھوں کو نم کرنے کی صلاحیت رکھتا... اس کے بغیر خدا اور بندہ کا تعلق ایک مردہ اور محدود تعلق ہے جس میں نہ کوئی زندگی ہے، نہ روح، نہ لچک، نہ وسعت"[۱]

حدیث پاک میں نبی رحمت ﷺ کا صفات الٰہی والی احادیث کو یاد کرنے والے کے لیے جنت کی بشارت بھی درحقیقت انسان کو نہ صرف ان اسماء کے مفاہیم کی معرفت سے آشنا ہونے کا پیغام دیتی ہے بلکہ انسان کو ان صفات سے متصف ہونے کا درس بھی اس میں پنہاں ہے۔

اس حدیث کی طرف ان سطور میں اشارہ کیا گیا ہے:[۲]

یہ ننانوے نام تو اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات کے ابواب کے عنوانات ہیں۔ صفات الٰہی تو لامتناہی ہیں۔ ہر نیا دن اور ہر نئی تخلیق صفات الٰہیہ میں سے کسی صفت کا پرتو ہوتی ہے۔ انہی صفات میں سے ہر مخلوق اپنے ظرف کے مطابق فیض یاب ہوتی ہے۔[۳] پھر کائنات اور انسان کی ساری سرگرمیاں انہی صفات کا مظہر ہوتی ہیں۔ ان لامتناہی صفات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

صفات ثبوتیہ: وہ صفات جو باری تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی زیبائی اور جمال کی آئینہ دار ہیں جیسے علم، قدرت۔

صفاتِ سلبیہ: وہ صفات جن کی خدا سے نفی کی گئی ہے۔ جیسے جہل، عجز۔

صفاتِ فعل: وہ صفات جن کا تعلق افعال خدا سے ہے۔ جیسے خالق، رازق۔

قرآن کریم میں مختلف احکام کے تذکرہ کے بعد صفاتِ الٰہیہ کا بیان ہوا ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ احکامِ الٰہیہ کے ساتھ ان کا گہرا تعلق ہے۔ اس کا اندازہ اصمعی کے ساتھ پیش آنے والے اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دن انھوں نے یہ آیت پڑھی: السارق والسارقة...... الخ لیکن غلطی سے واللہ غفور رحیم کہہ دیا۔ ایک اعرابی قریب تھا اس

نے پوچھا کہ یہ کس کا کلام ہے؟ اصمعی نے کہا اللہ کا۔ اس نے کہا کہ یہ اللہ کا کلام کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر اللہ نے معاف کر دیا اور رحم کیا تو ہاتھ کاٹنے کا حکم کیوں دیا؟ یہ حکم تو اس لیے تھا کہ وہ قدرت وغلبہ کا مالک ہے۔ہے گویا اعرابی نے صفات کے ذکر میں غلطی کا اندازہ ماقبل سے لگایا۔ اسی طرح ایلاء سے رجوع کرنے والوں کے لیے غفور اور رحیم کی صفات آئیں۔ قسم اٹھا کر عورت کو پریشان کیا اور قسم توڑ کر اللہ کے نام کی عزت کا پاس نہیں کیا۔ اس لیے کفارہ کا حکم دیا اور ساتھ ہی مغفرت اور رحمت کا امید افزا پیغام بھی دے دیا۔ ایسے لوگوں کے لیے انہی صفات کا مژدہ ہونا چاہیے تھا، مگر جو طلاق کا عزم کر لیں ان کے لیے صفات سمیع اور علیم آئیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس ساری گفتگو کو سنتا ہے جو وہ اس سلسلہ میں عوام الناس اور اعزاء واقربا سے کرتا ہے۔ وہ لوگوں سے جو چاہے کہے مگر اس عزم طلاق کے حقیقی محرکات سے خالق کائنات آگاہ ہے۔۵

قرآن کریم کی سورتوں اور آیات کے باہمی نظم وربط کو زمانۂ قدیم سے علماء و محققین نے اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے۔۶ اس نظم کی اہمیت تو ہے ہی مگر سورتوں میں مختلف آیات کے اختتام پر آنے والے اسمائے الٰہیہ کا بھی ماقبل حکم ربی سے مناسبت اور تعلق ضرور ہے۔ یہ بھی اعجاز قرآن کا ایک پہلو ہے۔

آیات کے اختتام پر عموماً صفات الٰہیہ مرکب صورت (یعنی دو صفاتی ناموں کی صورت میں) آئی ہیں۔ صفاتی ناموں کے یہ جوڑے بھی کئی شکلوں میں ہیں۔ یقیناً ان میں بھی کوئی نظم وربط اور مناسبت ہوگی۔

یہاں چند ایسے اسماء کا اجمالی تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

(ا) عزیز:

اصل میں عزت کا معنی روکنا ہے۔ ارض عزاز اس زمین کو کہا جاتا ہے جو بہت سخت ہو۔۷ حاشیۃ الصاوی علی الجلالین میں ہے:

"عـزیز" لا یعجزه شی عن انتقامه منکم ای لاتفتلون منه.۸	گناہوں کا انتقام لینے میں اسے کوئی عاجز نہیں کرسکتا اور نہ تم اپنے آپ کو اس سے چھڑا سکتے ہو۔

اسی وجہ سے 'عزیز' کا ترجمہ 'غالب' کیا جاتا ہے۔ امام رازی نے اس لفظ کو زیادہ جامع انداز میں بیان کیا ہے:

أن العزیز من لا یمنع عن مراده، وذلک انما یحصل بکمال القدرة، وقد ثبت انه سبحانه وتعالیٰ قادر علی جمیع الممکنات فکان عزیزا علی الاطلاق۔[9]

عزیز وہ ہے جسے کوئی بھی اس کے ارادے سے روک نہ سکے۔ یہ چیز کمال قدرت سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام ممکنات پر قادر ہے اس لیے وہ عزیز مطلق ہے۔

جمال الدین القاسمی 'العزیز' کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هو الغالب بقدرته، المستعلی فوق عباده، یدبر امرهم بما یرید، فیقع فی ذلک ما یشق علیهم ویثقل ویغم ویحزن، فلا یستطیع احد منهم رد تدبیره، والخروج من تحت قهره وتقدیره۔[10]

وہ اپنی قدرت سے غالب ہے اور اپنے بندوں پر مکمل تصرف رکھتا ہے ان کے معاملات کی جیسے چاہتا ہے تدبیر کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں بندوں پر مشقت اور بوجھ بھی آتا ہے اور وہ حزن وملال کے شکار بھی ہوتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی تدبیر رد کرنے اور اس کی تقدیر وقہر سے نکلنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"العزیز" ذوالعزة وهی القوة، والشدة، والغلبة والرفعة۔[11]

عزیز یعنی عزت والا۔ عزت کے معنیٰ ہیں، قوت وطاقت، غلبہ ورفعت

یہ اسم مبارک درج ذیل جوڑوں کی شکل میں قرآن میں استعمال ہوا ہے۔

(الف) حکیم:

صفت 'عزیز' کے ساتھ سب سے زیادہ استعمال صفت 'حکیم' کا ہوا ہے۔ حکیم وہ

ہے جو چیز کو اچھے طریقہ پر ایجاد کرے، افضل اشیاء سے بہترین طریقہ پر آگاہ ہو اور غلط کام سے روکے۔[۱۲]

(ب) علیم [۱۳]

(ج) جبار: قوت وشدت سے اصلاح کرنے والے کو جبار کہتے ہیں۔[۱۴]

(د) مقتدر: قدرت تامہ وکاملہ کا مالک (قرآن کریم میں صفت عزیز کے ساتھ اس صفت کا ذکر سورۃ القمر:۴۲ میں آیا ہے۔

(ہ) غفار [۱۵]

(و) رحیم [۱۶]

(ز) قوی [۱۷]

(ح) حمید [۱۸]

یہ استعمالات ظاہر کرتے ہیں کہ وہ پروردگار جس کو اس کائنات پر کامل غلبہ، قوت واقتدار حاصل ہے وہ اس قوت وطاقت کو حکمت، علم اور رحم کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔

یہاں عزیز اور حکیم کے قرآنی استعمالات اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

(۱) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ ايٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمِ. (البقرۃ:۱۲۹)	اے ہمارے رب انھیں میں سے ایک برگزیدہ رسول بھیج تا کہ انھیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انھیں کتاب اور دانائی کی باتیں سکھائے اور انھیں پاک صاف کردے بے شک تو ہی بہت زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

یہاں ان دو صفتوں کا حوالہ دینے سے مقصود یہ ہے کہ جو خدا عزیز وحکیم ہے اس کی عزت وحکمت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنی پیدا کی ہوئی اس مملکت میں سفیر بھیجے جو اس کی رعیت کو اس کے احکام وقوانین سے آگاہ کرے اور ان کو شریعت اور حکمت کی تعلیم دے۔[۱۹]

(۲) فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَاجَاءَ تْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ. (البقرۃ: ۲۰۹)

اگر روشن دلیلیں آنے کے بعد بھی تم پھسلنے لگو تو جان لو اللہ تعالیٰ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

عزیز کی صفت کے ذکر سے دو حقیقتوں کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ ایک یہ کہ خدا کوئی کم زور وناتواں ہستی نہیں ہے، بلکہ وہ غالب وتوانا ہے۔ جو لوگ اس کی تنبیہات کے باوجود شیطان کی پیروی کریں گے ان کو وہ اس عذاب میں ضرور پکڑے گا جو شیطان کے پیرووں کے لیے اس نے مقدر کر رکھا ہے اور جس کی اس نے پہلے خبر دے رکھی ہے دوسری حقیقت یہ کہ جو لوگ ان واضح ہدایات کے بعد بھی راہِ حق کو چھوڑ کر شیطان کی پیروی اختیار کریں گے وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑیں گے بلکہ اپنا ہی بگاڑیں گے اسی لیے کہ خدا عزیز ہے یعنی نفع ونقصان سے بالاتر۔

اسی طرح حکیم کی صفت بھی یہاں دو حقیقتوں کو نمایاں کر رہی ہے۔ ایک تو یہ کہ اس دنیا کا خالق حکیم ہے اور اس کے حکیم ہونے کا بدیہی تقاضا ہے کہ وہ اپنی ہدایت پر جمے رہنے والوں اور اس سے منحرف ہو جانے والوں کے درمیان ان کے انجام کے لحاظ سے امتیاز کرے، اگر وہ ان میں کوئی امتیاز نہ کرے بلکہ دونوں کو ان کے حال پر چھوڑ دے یا دونوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ حکیم نہیں ہے اور یہ دنیا ایک پر حکمت اور بامقصد کارخانہ نہیں بلکہ کسی کھلنڈرے کا کھیل تماشا ہے۔ دوسری یہ کہ بدی اور نیکی کے نتائج کے ظہور میں جو دیر ہوتی ہے وہ سب حکمت پر مبنی ہوتی ہے بسا اوقات شیطان کے پیرو کاروں کو اللہ تعالیٰ مہلت دیتا ہے اور بسا اوقات اہل حق کسی آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں اس سے نہ تو اہل باطل کو مغرور ہونا چاہیے اور نہ اہل حق کو مایوس۔ بلکہ یہ یقین رکھنا چاہیے کہ وہ مہلت اور یہ آزمائش دونوں خدائے حکیم ودانا کی حکمت پر مبنی ہے۔[20] عبداللہ یوسف علی نے لکھا ہے:

If you back-sbide after tne conviction has been brought home to you, you may cause some

inconvenience to the cause, or to these who counted upon you but do not be so arrogant as to suppose that you will defeat God's power and wisdom. ۲۱

مذکورہ آیت کے مضمون سے ان صفات کے ربط و تعلق کے متعلق مفسرین نے درج ذیل واقعہ بھی نقل کیا ہے۔

أن قارياً قرأ 'غفور رحيم' فسمعه أعرابی فأنكره، وقال إن كان هذا كلام الله فلايقول كذا، الحكيم لا يذكر الغفران عند الزلل لأنه إغراء عليه. ۲۲ ایک قاری قرآن کی یہ آیت پڑھ رہا تھا۔ اس نے بھول کر فاعلموا ان الله غفور رحيم پڑھ لیا۔ ایک اعرابی قرآن پاک سن رہا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہوسکتا، کیوں کہ پہلے لغزش کا ذکر ہے اگر اس کے بعد فاعلموا ان الله غفور رحيم ہوتو اس سے لازم آئے گا کہ اللہ نے خود ہی گناہ پر ابھارا ہے کہ تم گناہ کرتے رہو اور میں بخشتا رہوں گا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔

(۳) هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَاءُ لَااِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمِ. (آل عمران:۶)

وہی ہے جو (ماؤں کے) رحموں میں جس طرح چاہتا ہے، تمہاری تصویریں بناتا ہے اس کے بغیر کوئی معبود نہیں (وہی) غالب اور حکمت والا ہے۔

''یعنی خدا کو قدرت ہے رحم میں جس طرح چاہے آدمی کا نقشہ تیار کردے، خواہ ماں باپ دونوں کے ملنے سے یا صرف قوت منفعلہ سے اسی لیے آگے فرمایا هو العزيز الحكيم یعنی زبردست ہے جس کی قدرت کو کوئی محدود نہیں کرسکتا اور حکیم ہے جہاں جیسے مناسب جانتا ہے کرتا ہے۔ اس نے ''حوا'' کو بدون ماں کے، مسیح کو بدون باپ کے، آدم کو بدوں ماں باپ دونوں کے پیدا کردیا۔ اس کی حکمتوں کا احاطہ کون کرسکتا ہے۔'' ۲۳

علامہ بقاعی کے نزدیک بھی عزیز اور حکیم اس قدرت اور حکمت کو ظاہر کرتے ہیں جس سے باری تعالیٰ مادر رحم میں تصویر سازی کرتا ہے۔ ۲۴

(۴)اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمِ (المائدہ:۱۱۸)

اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو بخش دے تو بلاشبہ تو ہی سب پر غالب (اور) بڑا دانا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں عزیز اور حکیم سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا گناہوں سے درگزر فرمانا نہ تو کم زوری کی علامت ہے اور نہ اس کی سزا ہی حکمت سے خالی ہوتی ہے۔ علامہ مہائی نے لکھا ہے کہ یہاں عزت اور حکمت کا ایک تقاضا تو سزا ہے مگر عبودیت کا تقاضا ہے کہ اس سزا کو اٹھالیا جائے۔[۲۵]

''تغفرلهم'' کے الفاظ کا تقاضا تو یہ تھا کہ آیت کے آخر پر غفور اور رحیم آتا مگر یہاں عزیز اور حکیم آیا ہے بظاہر ان صفات کا ماقبل مضمون سے ربط و تعلق واضح نہیں ہوتا۔ اس مسئلہ پر امام رازیؒ[۲۶] اور علامہ میبذیؒ[۲۷] نے اپنے اپنے اسلوب میں نفیس اظہارِ خیال کیا ہے۔

قرآن کریم میں ان دونوں صفتوں کا بالعموم اکٹھا ذکر اور اس کے ماقبل مضمون سے ربط و تعلق پر مولانا امین احسن اصلاحی کی یہ رائے بہت ہی جامع ہے۔

''قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ان دونوں صفات کا حوالہ بالعموم ایک ساتھ آتا ہے اس سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات پر پورے غلبے کے ساتھ حاوی اور متصرف ہے، لیکن اس کے غلبہ و اقتدار کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ اس کے زور میں جو چاہے کر ڈالے بلکہ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا کوئی کام بھی حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔''[۲۸]

امام رازی کے بقول یہ صفات وعید اور وعدہ کی شان لیے ہوئے ہیں۔ ایک مثال سے صفت 'عزیز' میں وعید کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جب باپ بیٹے کو یہ کہے **ان عصیتی فانت عارف لی** اگر تم نے میری نافرمانی کی تو تم مجھے جانتے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے مجھے تم پر قدرت و دبدبہ حاصل ہے۔ **فیکون هذا الکلام فی الزجر ابلغ من ذکر الضرب** وغیرہ اس کلام میں زیادہ دھمکی پائی جاتی ہے جو یہ کہنے میں نہیں

ہے کہ اگر تم نے میری نافرمانی کی تو میں تمہیں ماروں گا۔

حکیم میں رب تعالیٰ کے وعدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام رازی لکھتے ہیں:

''رب تعالیٰ کی حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ نیک اور گناہ گار میں فرق کرے اور ساتھ ہی یہ واضح ہوا کہ جس طرح گناہ گار کو عذاب دینا اس کے حکیم ہونے کے مناسب ہے اسی طرح نیک کو ثواب عطا کرنا بھی اس کی حکمت کے لائق ہے، بلکہ نیک کو ثواب عطا کرنا زیادہ ہی حکمت کے مناسب ہے اور اس کی رحمت کے زیادہ ہی قریب ہے۔[۲۹]

صفت عزیز انسان کی کم زوری و ناتوانی کی مظہر ہے۔ یہ صفت انسان کو غرور و تکبر سے بچاتی اور عالم اسباب میں گم ہونے سے بچاتی ہے۔ عزیز کے ساتھ حکیم کی صفت انسان کو مصیبتوں پر صبر سکھاتی ہے اور نعمتوں کے ملنے پر شکر کی طرف راغب کرتی ہے۔ یہ دونوں صفات حکمران طبقے کو طاقت کے نشہ میں اختیارات کے اندھے استعمال سے بھی بچاتی ہیں۔

(ب) غفور:

غَفَرَ کا مفہوم ڈھانپنا ہے۔ صفات افعال میں سے ''غفور'' ظاہر کرتا ہے کہ پروردگار عالم ہماری ظاہری و باطنی نجاستوں کو محض اپنے فضل و کرم کی بنا پر، چادر رحمت سے ڈھانپ کر روزِ محشر عذابِ جہنم سے بچالیتا ہے۔ وہ پردہ پوشی ہی نہیں کرتا ہے بخشتا بھی ہے اور سیئات کو حسنات میں بھی بدل دیتا ہے۔ علامہ طیبی کے نزدیک تو فرشتوں کو ہماری بداعمالیاں بھلا دینا بھی اس کے غفور ہونے کا مظہر ہے۔[۳۰]

اپنے عصیاں شعار بندوں پر بے پناہ لطف و کرم کی وجہ سے ہی وہ خیر الغافرین (سورۃ الاعراف:۱۵۵) ہے۔ یہ اسم مبارک قرآن کریم میں ان جوڑوں کی شکل میں آیا ہے۔

(الف) رحیم: [۳۱]

قرآن میں اکثر مقامات پر غفور، رحیم سے پہلے آیا ہے، مگر ایک مقام پر الرحیم پہلے ہے۔ (سبا:۲)

(ب) حلیم: ۳۲؎

(ج) رب ۳۳؎

(د) عزیز ۳۴؎

(ہ) شکور ۳۵؎

(و) عفو ۳۶؎

(ز) ودود ۳۷؎

یہ فہرست ظاہر کرتی ہے کہ ''غفور'' دیگر جن اسماء کے ساتھ بھی استعمال ہوا ہے وہ خالق کی طرف سے مخلوق پر محبت، رحمت، درگزر اور مخلوق کی عزت افزائی کا مظہر ہیں۔

صرف غفور اور رحیم کے چند قرآنی استعمالات کا تذکرہ کیا جاتا ہے، تاکہ ان کے ماقبل مضمون سے ربط و تعلق اور انسانی زندگی پر اثرات کا جائزہ لیا جاسکے۔

(ا) حلّت و حرمت کے مسائل کے تذکرہ کے بعد حالت اضطرار میں حرام کے استعمال کی اجازت کے بعد غفور اور رحیم کا استعمال ہوا ہے۔

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.
(البقرۃ:۱۷۳)

اللہ نے تمہارے اوپر حرام قرار دیا ہے مردہ کو، خون کو، سور کے گوشت کو اور ایسے مذبوحہ کے گوشت کو جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ جو شخص مجبوری میں ہو اور وہ ان میں سے کوئی چیز کھائے، بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

سورۃ المائدۃ (آیت:۳) سورۃ الانعام (آیت:۱۴۵) اور سورۃ النحل (آیت: ۱۵۰) میں بھی اسی طرح یہ صفات آئی ہیں۔

اس آیت مبارکہ اور اسی مضمون کی دیگر آیات کے اختتام پر غفور اور رحیم کی صفات

یہ ظاہر کرتی ہیں کہ حالت اضطرار میں حرام کھانے پر اللہ تعالیٰ تمہارا مواخذہ نہیں کرے گا۔ یہ اس کی صفت غفور کا تقاضا ہے اور یہ رخصت عطا کرنا اس کی صفت رحیم کا تقاضا ہے۔

اسی طرح استغفار کا حکم دیا تو اس کے بعد بھی انہی صفات کو بیان کیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش وعطا اور رحمت وکرم کا پتا چل سکے۔

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُو اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (البقرۃ:۱۹۹)

پھر جہاں سے اور سب لوگ پلٹتے ہیں وہیں سے تم بھی پلٹو اور اللہ سے معافی چاہو یقیناً وہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں:

فهذا يدل قطعا على انه تعالىٰ يغفر لذلك المستغفر ويرحم ذلك الذى تمسك بحبل رحمته وكرمه. (رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب)

اس سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مغفرت طلب کرنے والے کی مغفرت فرماتا ہے اور اس شخص پر رحم فرماتا ہے جو اس کے جبل رحمت اور دین کرم کا سہارا لیتا ہے۔

(ب) وَاسْتَغْفِرْلَهُنَّ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (الممتحنة:۱۲)

اور اللہ تعالیٰ سے ان (خواتین) کے لیے مغفرت مانگا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو حکم دیتے ہیں کہ جو عورتیں ان شرائط کو قبول کر لیں اور ان باتوں کی پابندی پر آمادہ ہو جائیں تو آپ ان کی بیعت فرما لیں اور اس کے ساتھ ان کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے۔ جب آپ کے ہاتھ اٹھیں گے تو انھیں خالی نہیں لوٹایا جائے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کی برکت سے ان کے عمر بھر کے گناہوں کو، جن میں شرک وکفر سر فہرست ہے، بخش دے گا اور ان کے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا۔[۳۸]

(ج) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے تذکرہ کے بعد احساس شکر بیدار کرنے کے لیے بھی یہ صفات اکٹھی آئی ہیں۔

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النحل:۱۸)	اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو ان کا شمار نہیں کرسکو گے یقیناً اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ان گنت اور لامتناہی ہیں۔ ان کا شکر ادا کرنا تو ممکن ہی نہیں۔ ہم کس طرح شکر گزار بن سکتے ہیں؟ آیت کے آخری جملہ (ان اللہ غفور رحیم) میں اس سوال کا جواب ہے۔ اس کی وضاحت تفسیر نمونہ میں اس طرح کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ مہربان اور بزرگوار ہے کہ اپنی نعمتوں پر شکر کی طاقت نہ ہونے پر تمہارا مواخذہ کرے۔ اگر تم جان لو کہ تم سرتاپا اس کی نعمت میں غرق ہو اور اس کا شکر ادا کرنے سے عاجز ہو اور اپنا عذر کوتاہی اس کی بارگاہ میں پیش کرو تو تم نے اس کا بہت شکر ادا کیا ہے۔۳۹

سورۂ ابراہیم میں بھی اللہ کریم کی نعمتوں کو شمار نہ کرسکنے کا تذکرہ آیا ہے، مگر وہاں انسان کی کمزوریوں کا ذکر ہے۔

وَاِنْ تَعُدُّوْ نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ. (سورہ ابراہیم:۳۴)	اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

ان دونوں آیات (سورہ نحل:۱۸، سورہ ابراہیم:۳۴) کو پیش نظر رکھ کر غفور اور رحیم کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ بتایا ہے کہ جب میں نے تمہیں بے شمار نعمتیں عطا کیں تو اس کے نتیجے میں تم سے دو صفتیں ظاہر ہوئیں اور میری بھی دو صفتوں کا ظہور ہوا۔ تیری جو دو صفتیں ظاہر ہوئیں وہ یہ ہیں کہ تو نے میری نعمتیں حاصل کر کے میری نافرمانی کر کے اپنی جان پر ظلم کیا اور ان نعمتوں کا کفران کیا یعنی ناشکری کی اس لیے سورۂ ابراہیم میں انسان کی ان دو صفتوں کا ذکر فرمایا اور ان غیر متناہی نعمتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جن دو صفتوں کا ظہور

ہوا وہ یہ ہیں کہ وہ بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے اور سورالنحل میں اپنی ان دوصفتوں کا ذکر فرمایا اور اس سے مقصود یہ ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان! میں نے تجھے لاتعداد نعمتیں عطا فرمائیں تو پھر بھی ظلم کرتا ہے اور نافرمانی کرتا ہے اور میں معاف کر دیتا ہوں اور بخش دیتا ہوں اور تو ان نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے اور میں تجھ پر رحم کرتا ہوں، تو اپنے عجز اور کوتاہی کو دیکھ، میں تیری کوتاہیوں کے مقابلے میں فیاضی سے کام لیتا ہوں اور تیری جفا کا بدلہ وفا سے دیتا ہوں۔'' [۴۰]

(د) انسان خطا کا پتلا ہے۔ عموماً انسان کی کسی ایسی ہی کیفیت کے تذکرہ کے بعد غفور اور رحیم، یا غفور کے ساتھ دیگر صفات آئی ہیں۔ گویا یہ صفات انسان کو اس ادنیٰ حالت سے نکال کر بلندتر کیفیت کا حامل بناتی ہیں۔

سخت مشکلات اور سنگین حوادث، ان کی نوعیت کیسی ہی کیوں نہ ہو، تمام انسان غفور اور رحیم کے امید افزا اوصاف کی پناہ لیتے ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو یہ حکم ارشاد فرمایا کہ میرے بندوں کو میرے ان اوصاف کے بارے میں بتا دو تا کہ وہ تسخیر کائنات کے فریضہ سے غافل نہ ہو جائیں۔ اپنی حقیقت و عظمت کو فراموش نہ کر بیٹھیں۔ نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْم . (الحجر:۴۹)

گناہ اور غلطی سے روکنے، سابقہ اعمال پر ندامت و پریشانی کے ازالہ یا استغفار کے حکم کے بعد ان صفات کا تذکرہ درحقیقت انسان کو مایوسی اور ناامیدی سے نکالتا ہے۔ مایوسی انسان کو گناہ پر آمادہ کرتی ہے، جیسا کہ حدیث میں ۹۹ آدمیوں کے قاتل کو مایوس کیا گیا تو اس نے ۱۰۰ ویں آدمی کو بھی قتل کر دیا مگر جب اسے مغفرت کی امید دلائی گئی تو یہی امید اسے گناہوں سے روکنے کا سبب بن گئی۔ [۴۱]

غفور کے بعد رحیم اس بات کا اشارہ ہے کہ اگر غلطی اور لغزش سرزد ہو جائے تو صرف بخشش ہی نہیں لغزش کے ضرررساں نتیجہ سے بھی انسان کو محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ ''غفور'' میں اگر مبالغہ ہے تو ''رحیم'' میں دوام و استمرار کا عنصر پایا جاتا ہے۔ البتہ ایک مقام پر رحیم غفور سے پہلے آیا ہے (سورہ سبا:۲) اس کی دو توجیہات کی گئی ہیں:

(الف) آسمانی برکات ومواہب کا نزول اس کی رحمت کا نتیجہ ہوتا ہے اور بندوں کے اعمال صالح "والعمل الصالح یرفعه" کے مطابق اوپر جاتے ہیں، اس کی مغفرت کو پا لیتے ہیں۔

(ب) وہ لوگ جو ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں رحمت ان کے شامل حال ہوتی ہے اور وہ لوگ جو قصور وار اور گناہ گار ہیں، اگر حد سے نہ بڑھ جائیں تو مغفرت ان کے شامل حال ہوتی ہے۔۴۲

متعلقہ آیات کے سیاق وسباق میں یہ صفات الٰہیہ انسانی معاشرے پر گہرے تربیتی اثرات بھی رکھتی ہے۔ معاشرہ کی بنیاد اگر جنگ وجدال اور جوش انتقام پر ہو تو سکون اور اطمینان معاشرہ سے مفقود ہو جاتا ہے۔ انسان کے لیے صحیح رویہ یہ ہے کہ دوسروں کے ساتھ عفو درگزر کا معاملہ اختیار کرے نہ کہ تنگ کر کے ان کا جینا دوبھر کر دے۔ عزت وعظمت معاف کرنے اور رحم کرنے سے ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے تو امید رکھتے ہیں کہ وہ ہماری کوتاہیوں اور لغزشوں کو معاف کرے، مگر ہم اپنے بھائیوں کی غلطیوں کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں۔

(ج) سمیع:

سمیع کا مادہ سمع ہے۔ اصل میں اس کا معنی سننے کی قوت ہے جس سے آواز کا ادراک کیا جاتا ہے۔ وھو قوۃ فی الاذن ، بھا تدرک الاصوات.۴۳

پروردگار عالم سمیع ہے، کیوں کہ وہ تمام اقوال والفاظ تمام زبانوں میں سننے والا ہے، بلکہ بے زبانوں کی بھی سنتا ہے۔

قرآن کریم میں یہ صفت درج ذیل جوڑوں کی شکل میں وارد ہوئی ہے۔

(ا) علیم ۴۴

(ب) بصیر: ۴۵

(ج) قریب ۴۶

سمیع علیم اور سمیع بصیر کا ماقبل احکام سے ربط و نظم کے سلسلہ میں چند آیات کے حوالہ سے مفسرین کی آراء درج ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ علیم ہے کہ اس کا علم تمام اشیاء کے ظاہر و باطن پر محیط ہے۔ چیزیں چھوٹی ہوں یا بڑی، ان کے جزئیات وکلیات سے بھی آگاہ ہے۔[۴۷]

سمیع اور علیم بہت سی آیات میں اکٹھا آیا ہے۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم. (البقرۃ:۱۲۷)	اور یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور یہ دعا کر رہے تھے) اے ہمارے پروردگار ہمارا (یہ عمل) قبول فرما بے شک تو ہی سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں:

''اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ میں خدا کی ان دو صفتوں کا حوالہ ہے جن پر اعتماد کر کے بندہ خدا سے دعا کرتا ہے۔ اس کے اندر حصر کا جو مضمون ہے وہ دعا کرنے والوں کی طرف سے کامل سپردگی اور کامل اعتماد کا اظہار ہے۔''[۴۸]

(ب) اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى آدَمَ وَنُوْحًا وَّآلَ اِبْرَاهِیْمَ وَآلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ (آل عمران:۳۳-۳۴)	بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم، نوح، ابراہیم اور عمران کے گھرانے کو چن لیا سارے جہان والوں سے، یہ ایک نسل ہے بعض ان میں سے بعض کی اولاد ہیں اور اللہ سب کچھ سننے والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔

''**واللہ سمیع علیم** میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو نبوت و رسالت کے لیے منتخب فرمایا یہ انتخاب تمام تر سمع و علم پر مبنی تھا۔ اس نے جن کو اس منصب کے لیے اہل پایا ان کا اس کے لیے انتخاب فرمایا۔ اس چیز کا انحصار تمام تر اہلیت و صلاحیت اور اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت پر ہے۔ اس میں کسی خاندان کے شرفِ ذاتی کو کوئی

دخل نہیں ہے، جیسا کہ شرف نسبی کے گھمنڈ میں مبتلا ہونے والوں نے کیا۔'' ۴۹؎

(ج) وَاِمَّا یَنْزِغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (الاعراف:۲۰۰)	اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے ذرا سا وسوسہ پہنچے تو فوراً اللہ سے پناہ مانگیے بے شک وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

''تمہارا رب سمیع وعلیم ہے تم جب بھی اس کی طرف رجوع کرتے ہو وہ تمہاری دعائیں اور فریادیں سنتا تمہارے حالات اور پریشانیوں کو جانتا ہے اور شیاطین کی فتنہ انگیزیوں اور چیرہ دستیوں سے بھی وہ اچھی طرح باخبر ہے۔ وہ تمہارے ہر غم کو دور فرمائے گا۔'' ۵۰؎

پیر محمد کرم شاہ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں: ''یعنی اللہ تعالیٰ تیری ہر بات بھی سنتا ہے اور تیری التجا کو بھی جانتا ہے وہ یقیناً تمہیں شیطان کے شر سے بچائے گا یا تیرے دشمنوں کے اقوال کو بھی سنتا ہے اور ان کے اعمال کو بھی جانتا ہے وہ خود اپنی قدرت سے تمہیں ان کے مکر وفریب سے محفوظ رکھے گا تمہیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔'' ۵۱؎

سمیع وبصیر بھی جوڑے کی شکل میں متعدد مقامات پر آیا ہے اور ہمیشہ سمیع، بصیر سے پہلے ہے، کیوں کہ عموماً انسان کا قول فعل سے پہلے ہوتا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(الف) ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَیُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَاَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ (الحج:۶۱)	اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی داخل کرتا ہے رات (کے کچھ حصہ) کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن (کے کچھ حصہ) کو رات میں اور اللہ تعالیٰ سب باتیں سننے والا (اور) سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

ای سمیع باقوال عبادہ، بصیر بھم لایخفی علیہ منھم خافیۃ فی احوالھم وحرکاتھم وسکناتھم۔ ۵۲؎	یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اقوال سنتا ہے اور ان کے افعال دیکھتا ہے اس کی نگاہ سے بندوں کے احوال اور حرکات و سکنات سے کچھ پوشیدہ نہیں۔

(ب) اَللّٰهُ يَصْطَفِى مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلاً وَّمِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ. (الحج:۷۵)

اللہ فرشتوں میں سے بعض پہنچانے والے چن لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

ان اللہ سمیع بصیر سے بیک وقت دو حقیقتوں کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ ایک اس طرف کہ جو خود سمیع وبصیر ہے سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے اس کو ضرورت کیا ہے کہ وہ کسی کو اپنا شریک بنائے۔ دوسرا اس طرف کہ جب خدا سمیع وبصیر ہے تو وہ ان فرشتوں کے فرائض کی بھی ہر قدم پر نگرانی کر رہا ہے۔ مجال نہیں کہ وہ سرمو اس کے مقرر کردہ حدود سے متجاوز ہو سکیں۔۵۳

(ج) اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا. (نساء:۵۸)

بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچائی جائیں اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو عدل کے مطابق فیصلہ کرو، خداوندِ عالم اچھی نصیحتیں فرماتا ہے، خدا سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

کان سمیعا بصیرا سے ظاہر ہوتا ہے کہ خالق کائنات ہمیشہ سے سمیع اور بصیر ہے، اس لیے عدالت وحکومت کے جس منصب پر فائز ہو وہ تمارے اعمال دیکھ رہا ہے اور تمہاری گفتگو سن رہا ہے۔ اگر افعال واقوال میں خیر ہوگی تو اس کی جزا ملے گی اور اگر شر ہوگا تو تمہارے نفس کو اس کی سزا پانی پڑے گی۔۵۴

سمیع کے ساتھ آنے والی تمام صفات ایسے مواقع پر آئی ہیں جہاں انسان اپنے اعمال وافعال کے محرکات میں بداندیشی کا شکار ہوا یا دنیوی ومادی اور روحانی وعقلی الجھنوں کا شکار ہوا یا مختلف احکام وقوانین کا ذکر ہوا۔ ایسے حالات میں یہ صفات ان حالات سے نکلنے کی کلید ہیں۔

انسانی زندگی پر ان صفات کے بڑے گہرے اثرات ہیں۔ ان صفات میں حقیقی ایمان والوں کے لیے تشویق اور منافقین کے لیے تہدید اور دھمکی ہے۔ جب انسان کو یہ یقین ہو کہ اس کے اقوال لسانی اور نیت قلبی سے اس کا خالق آگاہ ہے تو وہ اپنے اعمال، افعال اور کردار کا خیال رکھے گا۔ عمل کی درستی کے ساتھ انہی صفات کا باطنی احساس ہے جو عمل کو معراجِ قبول تک پہنچاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب ماں بیٹی کو کہتی ہے کہ دودھ میں پانی ملا دو، امیر المومنین دیکھ بھی نہیں رہے، تو بیٹی نے فوراً کہا کہ اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ وہ امیر المومنین سے زیادہ ہمارے قریب ہے اور باتیں بھی سن رہا ہے۔ بیٹی کے ذہن میں یہی صفات تھیں جو اسے برائی سے بچا رہی تھیں۔ اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ وہ بعض اصحاب کے ساتھ جنگل میں گئے۔ کھانا تیار کیا تو ایک چرواہے کو بھی دعوت دی۔ اس نے کہا میرا روزہ ہے۔ پوچھا اتنی سخت گرمی میں روزہ تو اس نے جواب دیا جہنم کی آگ اس سے بھی زیادہ گرم ہے۔ پھر اس سے کہا کہ بکریاں ہمیں دے دو ہم گوشت کی صورت میں ان کی قیمت تمہیں واپس کر دیں گے تو اس نے کہا کہ میں ان کا مالک نہیں۔ اس پر جب اس سے کہا گیا کہ مالک کو کہنا کہ بکریاں بھیڑیا کھا گیا یا بیابان میں گم ہو گئیں تو اس نے جواب دیا: این اللّٰہ؟ یعنی مالک کو تو کہہ دوں گا۔ جو اللہ ہماری باتیں سن رہا ہے اور ہمارے ان اعمال کو دیکھ رہا ہے قریب ہی ہے، اسے کیا جواب دیا جائے گا۔۵۵

یہ صفات اہل ایمان کو اطمینان قلبی اور سکون ذہنی عطا کرتی ہیں، کیوں کہ بندۂ مومن اپنی زیست کے لمحات اللہ کی حمایت میں بسر کر رہا ہوتا ہے۔ یہ صفات اس حقیقت سے نقاب کشائی بھی کرتی ہیں کہ فقط قانون سازی اور تنفیذ قانون سے حق و عدالت کا نظام قائم نہیں ہو سکتا، جب تک اللہ تعالیٰ کے سمیع، بصیر، قریب، اور علیم ہونے کی روح ہمارے اوپر سایہ فگن نہ ہو۔

صفات الٰہیہ کے اس تذکرہ سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں:

(۱) یہ صفات درحقیقت آئین الٰہی کی وہ دفعات ہیں جن کے تحت خالق کائنات

کوئی حکم ارشاد فرماتا ہے۔

(۲) جوڑوں کی صورت میں مذکور صفات کے مابین ایک ربط اور تعلق ہے۔

(۳) انسان کو ان صفات سے متصف ہونا چاہیے اور جہاں بانی وخلافت کا فریضہ ان کو پیش نظر رکھ کر انجام دینا چاہیے۔

(۴) ان صفات کا تصور انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔

(۵) جس طرح مرکب اسماء آپس میں مربوط ہونے کے ساتھ ماقبل سے تعلق رکھتے ہیں اسی طرح مفرد اسماء بھی ماقبل آیت سے ایک نظم و ربط میں منسلک ہیں۔

یہ قرآن کریم میں مذکورہ صفات الٰہیہ میں سے چند کا اجمالی ذکر ہے۔ کتاب حکمت میں مذکور ایک ایک صفت کو لے کر اگر ماقبل آیات سے اس کا تعلق معلوم کیا جائے تو اعجاز القرآن کے نئے نئے پہلو سامنے آئیں گے۔

حواشی ومراجع

۱۔ ابوالحسن علی ندوی، (۱۹۹۹ء) ارکان اربعہ، مجلس نشریات اسلام، کراچی ص: ۳۱۲-۳۱۳

۲۔ ان للہ تسعة وتسعين اسماً مائة الا واحدا من احصاها دخل الجنة.
(صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب اسماء اللہ تعالیٰ وفضل من احصاہا)

۳۔ اس نکتۂ نظر کی وضاحت اس حدیث نبوی سے ہوتی ہے: جعل الله الرحمة في مائة جزء فامسک عنده تسعة وتسعين جزءاً، وانزل في الارض جزءاً واحداً فمن ذلک الجزء يتراحم الخلق حتى ترفع الفرس حافرها عن ولدها، خشية ان تصيبه (صحيح بخاری، کتاب الأدب، باب جعل الله الرحمة مائة جزء، صحيح مسلم، کتاب التوبة، باب في سعة رحمة الله تعالیٰ)

اللہ کی رحمت کے سو حصے ہیں اس نے ۹۹ حصے اپنے پاس رکھ لیے اور ایک حصہ زمین پر

نازل کیا۔ اس ایک حصے کا اثر یہ ہے کہ مخلوق آپس میں رحمت والفت سے پیش آتی ہے یہاں تک کہ گھوڑا بچے پر پاؤں نہیں رکھتا کہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔

۴۔ زادالمسیر ،جلد۲،ص:۳۵۴

۵۔ یہ تفصیلات سورۃ البقرہ آیات ۲۲۶-۲۲۷ کے سلسلہ میں ہیں۔

۶۔ نظم وربط کی دریافت ایک اجتہادی امر ہے۔ اس موضوع پر لکھنے والوں میں حافظ احمد بن ابراہیم بن الزبیر الثقفی (م:۷۰۸ھ) (البرہان فی تناسب سور القرآن)، ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن زیاد نیشاپوری (م:۳۲۴ھ) شیخ ابن النقیب حنفی (تفسیر ابن النقیب)، بدرالدین محمد بن عبداللہ زرکشی، برہان الدین ابراہیم البقاعی (م:۸۰۹) (**نظم الدرر فی تناسب الآیات والسور**) علامہ جلال الدین سیوطی (اسرار التنزیل)، علی بن احمد الحرالی (**مفتاح الباب المقفل لفهم القرآن المنزل**)، عتیق محمد الہروی سورآبادی (تفسیر سورآبادی) معروف ہیں۔

۷۔ الفیروزآبادی، مجدالدین، بصائر ذوی التمیز ،المکتبۃ العلمیۃ بیروت، جلد۴، ص:۶۱

۸۔ حاشیہ الصاوی علی الجلالین، دارالفکر بیروت ۲۰۰۳ء، جلداول، ص:۱۷۵

۹۔ رازی، فخرالدین محمد بن عمرو (۶۰۴) مفاتیح الغیب، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۵ھ، جز۵، ص:۱۷۸

۱۰۔ القاسمی، جمال الدین، محاسن التاویل، دارالفکر بیروت جلد۴، ص:۲۵۳

۱۱۔ محاسن التاویل جلد اول، ص:۴۰۰

۱۲۔ الجزری، مبارک بن محمد، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، مؤسسۃ اسماعیلیان قم، جلد اول ص:۴۱۹۔ قرآن کریم میں درج ذیل مقامات ملاحظہ فرمائیے البقرہ:۱۲۹، ۲۰۹، ۲۲۰، ۲۲۸، ۲۴۰، ۲۶۰۔ آل عمران: ۶، ۱۸، ۶۲، ۱۲۶۔ نساء: ۲۶، ۵۶، ۱۵۸، ۱۶۵۔ مائدہ: ۳۸، ۱۱۸۔ انفال: ۱۰، ۴۹، ۶۳، ۶۷۔ التوبۃ: ۴۰، ۷۱۔ ابراہیم: ۴۔ نحل: ۶۰۔ نمل: ۹۔ العنکبوت: ۲۶، ۴۲۔ الروم: ۲۷۔ لقمان: ۹، ۲۷۔ سبا: ۲۷۔ فاطر: ۲۔ الزمر: ۱۔ غافر: ۸۔ جاثیہ: ۲، ۳۷۔ الاحقاف: ۲۔ الحدید: ۱۔ الحشر: ۱، ۲۴۔ الممتحنۃ: ۵۔ صف: ۶۔

الجمعۃ:۱،۳۔تغابن:۱۸

۱۳۔ قرآن کریم کے درج ذیل مقامات ملاحظہ فرمایئے:انعام:۹۶، غافر:۲،فصلت:۱۲، زخرف:۹

۱۴۔ بصائرجلد۲،ص:۳۶۰(قرآن کریم میں جبار صفت عزیز کے ساتھ سورہ حشر:۲۳میں آیا ہے)

۱۵۔ سورۃ الزمر:۵

۱۶۔ یس:۵،دخان:۴۲

۱۷۔ ہود:۶۶،حج:۴۰،شوریٰ:۱۹،حدید:۲۵،مجادلہ:۲۱

۱۸۔ ابراہیم:۱،سبا:۶،بروج:۸

۱۹۔ اصلاحی،امین احسن،تدبر قرآن،فاران فاؤنڈیشن لاہور،۲۰۰۴ء جلداول،ص:۲۹۸

۲۰۔ تدبر قرآن جلداول،ص:۵۵۰-۴۹۹

۲۱۔ Abdullah Yusuf Ali, Holy Quran (Text, Translation and commentry, Lahore volume:1, Page 82

۲۲۔ مفاتیح الغیب،جلد۵،ص:۱۷۸،النسفی،عبداللہ بن احمد بن محمود،مدارک التنزیل و حقائق التاویل،دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۱ء،جلداول،ص:۶۴

۲۳۔ عثمانی،شبیراحمد،تفسیرعثمانی،مکتبہ رشیدیہ لاہور،ص:۶۴

۲۴۔ **ولما ختم سبحانه تعالیٰ بوصف العزة الدالة علی الغلبة الدالة علی کمال القدرة والحکمةالمقتضی لوضع شیٔ فی أحسن محاله واکملها المستلزم لکمال العلم تقدیراً لمامرّمن التصویر وغیره.** البقاعی،برہان الدین ابوالحسن ابراہیم(۸۸۵ھ)،دارالکتب العلمیہ ۱۴۲۴ھ جلد۲،ص:۱۴

۲۵۔ **فالعزة والحکمة کما یقتضیان العذاب باعتبار کذلک رفعه باعتبار آخر فلذلک لم یعتبر فی التعذیب بل انمااعتبرت العبودیة.** المہائمی،علی بن احمد(۸۳۵ھ)،تبصیر الرحمٰن وتیسیر المنان،عالم الکتب بیروت جلداول ص:۲۰۷

۲۶۔ مفاتیح الغیب:جلد۱۲،ص:۱۱۴

۲۷۔ المیذی، رشید الدین، کشف الاسرار وعدۃ الابرار، مؤسسہ انتشارات امیر کبیر، تہران ۱۳۷۶، جلد۳، ص:۲۷۸-۲۷۹

۲۸۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۷۴، جلد اول، ص:۲۹۸

۲۹۔ مفاتیح الغیب، جلد۵، ص:۱۷۸

۳۰۔ **غفور: لانہ ینسی الملئکۃ افعالک** (الطیبی: محمد بن عبداللہ (م:۷۴۳) الکاشف عن حقائق السنن، کراچی ۱۴۱۳ھ، جلد۵، ص:۲۴)

غفور اور غفار میں فرق کرتے ہوئے علامہ طیبیؒ لکھتے ہیں: **الغفار والغفور یدلان علیہ علی المبالغۃ، ولعل المبالغۃ فی الغفور باعتبار الکیفیۃ، فی الغفار باعتبار الکمیۃ.** (نفس مصدر)

غافر، غفور اور غفار کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **انہ غافر لمن لہ علم الیقین، وغفور لمن لہ عین الیقین وغفار لمن لہ حق الیقین**۔ (نفس مصدر)

۳۱۔ قرآن کریم کے درج ذیل مقامات ملاحظہ فرمایئے:

البقرۃ:۱۷۳، ۱۸۲، ۱۹۹، ۲۱۸، ۲۲۶۔ آل عمران:۳۱، ۸۹، ۱۲۹۔ نساء:۲۵۔ المائدہ: ۳، ۳۴، ۳۹، ۷۴، ۹۸۔ انعام:۵۴، ۱۴۶، ۱۶۵۔ اعراف:۱۵۳، ۱۶۷۔ انفال:۶۹، ۷۰۔ التوبہ:۵، ۲۷، ۹۱، ۹۹، ۱۰۲۔ یونس:۱۰۷۔ ہود:۴۱۔ یوسف: ۵۳، ۹۸۔ ابراہیم:۳۶۔ حجر:۴۹۔ النحل:۱۸، ۱۱۰، ۱۱۵، ۱۱۹۔ حج:۶۰۔ نور:۵، ۲۲، ۳۳، ۶۲۔ نمل:۱۱۔ قصص:۱۶، زمر:۵۳۔ فصلت:۳۲۔ شوریٰ:۵۔ احقاف:۸۔ حجرات:۵، ۱۴۔ حدید:۲۸، مجادلہ:۱۲۔ ممتحنۃ:۱۲۷۔ تغابن:۱۴۔ تحریم:۱۔ مزمل:۲۰

غفوراً رحیما کی شکل میں درج ذیل مقامات ملاحظہ کیجیے: نساء:۲۳، ۹۶، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۶، ۱۱۰، ۱۲۹، ۱۵۲۔ فرقان:۶، ۷۰۔ احزاب:۵، ۲۴، ۵۰، ۵۹، ۷۳۔ فتح:۱۴

۳۲۔ اسراء:۴۴، فاطر:۴۱، البقرۃ:۲۲۵، ۲۳۵، آل عمران:۱۵۵، المائدہ:۱۰۱

۳۳۔ سبا:۱۵

۳۴۔ فاطر:۲۸، ملک:۲

۳۵۔ فاطر:۳۰،۳۴،شوریٰ:۲۳

۳۶۔ مجادلۃ:۲،نساء:۴۳

۳۷۔ البروج:۸۵

۳۸۔ محمد کرم شاہ، پیر،ضیاءالقرآن،ضیاءالقرآن پبلی کیشنز لاہور۱۴۰۰ھ،جلد۵،ص:۲۰۶

۳۹۔ مکارم شیرازی، ناصر،تفسیر نمونہ، مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور، ۱۴۱۷ھ مترجم صفدر حسین نجفی،جلد۶،ص:۲۶۱-۲۶۲

۴۰۔ سعیدی،غلام رسول،تبیان القرآن،فرید بک اسٹال لاہور۲۰۰۵ء،ص:۱۹۳-۱۹۴

۴۱۔ صحیح مسلم،کتاب التوبۃ،باب قبول توبۃ القاتل وان کثر قتلہ

۴۲۔ تفسیر نمونہ جلد:۱۰،ص:۳۲

۴۳۔ بصائر: جلد:۳،ص:۲۵۷

۴۴۔ قرآن کے درج ذیل مقامات ملاحظہ فرمائیں:

البقرۃ:۱۲۷،۱۳۷،۱۸۱،۲۲۴،۲۲۷،۲۴۴،۲۵۶۔آل عمران:۳۴،۳۵،۱۲۱،۷۶۔

الانعام:۱۳، ۱۱۵۔ الاعراف:۲۰۰، الانفال:۱۷،۴۲،۵۳، ۶۱۔ التوبۃ:۹۸،۱۰۳۔

یونس:۶۵، یوسف: ۳۴۔ الانبیاء:۴،نور: ۲۱،۶۰۔الشعراء: ۲۲۰۔العنکبوت: ۵،۶۰۔

فصلت:۳۶۔الدخان:۶۔حجرات:۱،نساء:۱۴۸

۴۵۔ درج ذیل آیات ملاحظہ فرمائیں: ا، الحج:۶۱، ۷۵۔لقمان:۲۸۔ غافر:۲۰، ۵۶۔ الشوریٰ:۱۱۔المجادلہ:۱۔نساء:۵۸،۳۴

۴۶۔ سبا:۵۰

۴۷۔ ملاعلی قاری کہتے ہیں:**العالم البالغ فی العلم المحیط علمه السابق بجمیع الاشیاء ظاهرها وباطنها، دقیقها وجلیلها، کلیاتها وجزئیاتها.** علی قاری،علی بن سلطان،مرقاۃ المفاتیح،مکتبۃ امدادیہ ملتان،جلد۵،ص:۸۱

۴۸۔ اصلاحی،امین احسن،تدبر قرآن،فاران فاؤنڈیشن لاہور۱۹۷۶ء،جلد اول،ص:۲۹۴

۴۹۔ تدبر قرآن جلد اول ص:۶۷۸

۵۰۔ تدبر قرآن جلد۲،ص:۷۸۸

۵۱۔ ضیاء القرآن جلد۲،ص:۱۱۸

۵۲۔ ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن کثیر (۷۷۴ھ)،تفسیر القرآن العظیم، جمیعۃ احیاء التراث الاسلامی، کویت، ۲۰۰۰، جلد:۲،ص:۳۱۰

۵۳۔ تدبر قرآن جلد۴،ص:۴۲۳

۵۴۔ تفسیر تبصیر الرحمٰن میں ہے: **سمیعا لاقوالکم فی الامانات والاحکام بصیرا بافعالکم فیھما فان سمع ورأی خیرا جازکم علیہ خیر الجزاء وان سمع ورأی شرا جازاکم علیہ.** تبصیر الرحمٰن جلد اول ص:۱۵۳

۵۵۔ اسماعیل حقی (۱۱۳۷ھ) روح البیان، دار احیاء التراث العربی ، بیروت ۲۰۰۱ء، جلد:۸،ص:۲۵۵

قرآن، اہلِ کتاب اور مسلمان

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

قرآنِ کریم میں اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے حالات پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات، ان کی بداعتقادیوں اور بداعمالیوں کی تفصیلات اور ان کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے دی جانے والی سزاؤں اور تنبیہوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اہلِ کتاب کے اس مفصل تذکرہ کا مقصد کیا ہے؟ اس میں مسلمانوں کے لیے عبرت و نصیحت کے کون سے پہلو ہیں؟ اور اس سے انہیں کیا رہنمائی ملتی ہے؟ اس کتاب میں ان موضوعات سے بحث کی گئی ہے۔ کتاب پر مولانا سید جلال الدین عمری کا مبسوط اور تحقیقی مقدمہ بھی ہے۔

عمدہ کاغذ، آفسیٹ کی حسین طباعت، دیدہ زیب سرورق، صفحات:۲۹۶ قیمت=/۷۰ روپے

ملنے کے پتے

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی، پوسٹ بکس نمبر:۹۳ علی گڑھ ۱

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، دعوت نگر ابو الفضل انکلیو، نئی دہلی ۲۵